سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

کے سایہ اور بشریت کے بارہ میں ایک تحقیقی مقالہ

مصنف

مولانا عزیز زبیدی

ناشر

حدیث پبلی کیشنز کیلیانوالہ گوجرانوالہ

فقالوا أبشر يهدوننا فكفروا
پ ۲۸ تغابن

ترجمہ: تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے!
(احمد رضا خان)

یعنی انہوں نے رسول کے بشر ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔ (حاشیہ مفتی نعیم الدین صاحب)

سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

کے ست اور بشریت کے بارہ میں ایک تحقیقی مقالہ

مصنفہ

مولانا عزیز زبیدی
(لاہور)

محمد ادریس کیلانی
خطیب جامع اہلحدیث کیلیانوالہ (گوجرانوالہ)

شائع کردہ

حدیث پبلی کیشنز
حضرت کیلیانوالہ
ضلع گوجرانوالہ

ایک روپیہ کا ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ اوّل

زیرِ نظر کتابچہ پہلی مرتبہ مارچ ۸۳ء میں شائع ہوا تھا ــــــ جس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ہمارے گاؤں کیلیانوالہ کے "آستانہ عالیہ" کی طرف سے ایک کتابچہ بعنوان "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے اور آپؐ کا سایہ نہیں تھا" شائع ہوا اور یہ دعوٰی کیا گیا کہ ہمارے اس رسالہ کا تا قیامت کوئی جواب نہیں دے سکتا! ــــ ہم نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے چند ہی دنوں میں نہ صرف اس کا جواب لکھا، بلکہ عزیزی اکرام اللہ ساجد (ایڈیٹر ماہنامہ محدث۔ لاہور) کی وساطت سے اسے "محدث" میں شائع بھی کروا دیا ــــــ فللہ الحمد ــــــ تاکہ یہ تحریر ایک مخصوص حلقہ تک محدود نہ رہے، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں طالبین حق اس سے مستفید ہو سکیں۔

یہ کتابچہ دو اقساط میں ماہنامہ محدث کے صفحات کی زینت بنا ــــــ پہلی قسط بعنوان "سایۂ رسولؐ سے محرومی کا شوق ــــــ الامان والحفیظ!" دسمبر ۸۲ء میں، اور دوسری قسط "خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے جنوری ۸۳ء میں شائع ہوئی ــــ لیکن محدث کے قارئین نے اس کی افادیت محسوس کرتے ہوئے اسے علیحدہ کتابی صورت میں شائع کرنے کی تجویز پیش کی، تو ان کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے "انجمن شبان اہلحدیث حضرت کیلیانوالہ" کی طرف سے، اسے

"سیّد العالمینؐ کے سایہ اور بشریت کے بارے میں ایک تحقیقی مقالہ!"

کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ــــــ لیکن یہ ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا جبکہ مقالہ کی ترسیل کے لیے طالبین کے خطوط مسلسل آتے رہے اور دوسری مرتبہ اس کی اشاعت کا انتظام کرنا پڑا لیکن دوسرا ایڈیشن بھی جلد ہی ختم ہو گیا۔ اور مانگ بدستور تھی۔ چنانچہ اب اس کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے جس کی اشاعت کے اخراجات "حدیث پبلی کیشنز حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ" نے برداشت کیے ہیں! پبلی کیشنز، جو دین کی تڑپ رکھنے والے چند نوجوانوں کا ایک اشاعتی ادارہ ہے، نے اس سے قبل بھی اشاعت حدیث سلسلہ میں کئی کتابیں (مثلاً کتاب الصیام۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب الجنائز۔ کتاب الطہارۃ

اور کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ہزاروں کی تعداد میں طبع کرا کر مفت تقسیم کی ہیں۔ اور یہ سلسلہ خدا کے فضل سے بدستور جاری ہے۔ مزید کچھ کتابیں زیرِ طبع ہیں۔ اور کچھ کے مسودہ جات تیار ہو رہے ہیں۔ جو اپنے وقت پر انشاء اللہ شائع ہوں گے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ اور ان کی اس مخلصانہ محنت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔ وجزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین!

سابقہ ایڈیشن کی طرح موجودہ ایڈیشن میں بھی قارئین کو "انگوٹھے چومنا"، اور "چار دلچسپ سوالات" کے عنوان نظر آئیں گے۔

پہلے عنوان کا مفہوم تو واضح ہے جبکہ دیگر عنوان کے تحت چار ایسے سوالات درج کیے گئے ہیں جن کا بار بار تحریری جواب "آستانہ عالیہ" اور اس کے متعلقین سے طلب کیا جاتا رہا ہے، مگر مخاطبین آج تک ان کا جواب لکھنے میں ناکام رہے ہیں اور یقین ہے کہ ان شاء اللہ ہمیشہ ناکام ہی رہیں گے۔

اس دفعہ ایک عنوان کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یعنی شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ بریلوی تھے یا اہلِ حدیث۔ جس میں آپ کا مختصر سا تعارف بھی ہے۔ اور یہ بھی کہ آپ سچے اور پکے اہلِ حدیث تھے۔

ایک بات جسے ہم نے آئندہ صفحات میں بار بار نقل کیا ہے، ابتداء میں بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ درحقیقت اس سلسلہ کی طول طویل بحثوں سے ہم گریز ہی چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن جب ان مباحث کو بار بار اچھالا گیا اور اس بناء پر امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق، تعصب، منافرت اور عداوت کے جذبات کو انگیخت کرنا ایک مستقل وطیرہ بنا لیا گیا تو ہم زیادہ عرصہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔۔۔ تاہم ہمارا مطمحِ نظر اب بھی یہی ہے کہ ان مباحث سے ایک طرف تو امتِ مسلمہ کو وہ رہنمائی میسر نہیں آ رہی جو کہ وقت کا شدید ترین تقاضا ہے اور دوسرے یہ مباحث مسلمانوں کو اپنے مقصد سے بھی دور لیے جا رہے ہیں۔ لیکن چونکہ عقائد کی حد تک ان مباحث سے کلی طور پر صرفِ نظر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ تحریر لکھنے پر مجبور ہوئے۔

(محمد ادریس کیلانی خطیب جامع اہلحدیث کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ)

حضرت مولانا عزیز زبیدی مدظلہ العالی

سایۂ رسول سے محرومی کا شوق

الامان و الحفیظ!

اللہ تعالیٰ اس فرقے کو ہوش دے کہ وہ ایسے غیر ضروری مسائل کھڑے کر کے مسلم اہلِ علم اور اہلِ قلم حضرات کا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے اور اگر ان کے سلسلے میں چپ سادھی جاتے تو قیامت میں ان کی بابت آپ سے کوئی سوال اور بازپرس بھی نہ ہو۔

حدیث کی سند:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جو بات بھی منسوب کی جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے سند پیش کی جائے، یعنی جو صاحب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کر رہے ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ وہ صاحب ان راویوں کی لڑی بیان کریں جن کے ذریعے وہ بات ان تک پہنچی ہے۔ یا اس کتاب کا نام لیں جس میں وہ سند مذکور ہے۔ اگر وہ کتاب آسانی سے نہیں مل سکتی تو کم از کم اس کی سند پوری نقل کر دیں، جو کتاب کے مصنف نے بیان کی ہے، تاکہ جو صاحب اس سے استفادہ کرنا چاہیں وہ اس سلسلے میں اپنا اطمینان کر لیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صوبائی شاگرد حضرت امام عبداللہ بن المبارکؒ کا ارشاد ہے:

"سند بیان کرنا دین ہے۔ اگر سند بیان کرنا ضروری نہ ہوتا تو جس کا جو جی چاہے کہہ جاتا"

"سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ" (رواہ مسلم ص۱۲)

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں، کہ پہلے بات بیان کرنے والے سے راوی کا نام نہیں پوچھا جاتا تھا، جب فتنے اٹھ کھڑے ہوتے تو ہم ان سے کہتے کہ "راویوں کا نام بتا دیجئے فرمائیں گے)":

"قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ" (مسلم ص۱۱)

یہ سختی اس لیے کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو اسے چاہیے کہ وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔

"عَنْ سَلَمَۃَ هُوَ ابْنُ الْاَکْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یَّقُلْ عَلَیَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ"

(بخاری باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۱ کتاب العلم)

امام بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ حنفی لکھتے ہیں،

"یہ جھوٹ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نیک نیتی سے بولا جاتے یا آپؐ کے خلاف کر کے بولا جائے سب لوگ اوپر والی حدیث کی زد میں آجاتے ہیں،

"سَوَاءٌ کَانَ عَلَیْهِ اَوْلَهٗ" (عمدۃ القاری شرح بخاری ص۱۴۸)

اصل قصہ یہ ہے کہ کچھ صوفی منش لوگوں کا خیال ہے کہ حضورؐ کی شان بڑھانے کے لیے یا دین کے فائدے کے لیے جھوٹی حدیث بیان کر لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، امام عینی فرماتے ہیں کہ کسی بھی حالت میں یہ جائز نہیں ہے۔ جھوٹی حدیثوں کی جو یہ بھرمار بریلوی طبقہ میں عام ہو رہی ہے، غالباً اس کی وجہ یہی ذہنیت ہے ــــــ اللہ تعالیٰ کج بینی سے بچائے:

ملا علی قاری حنفی (ف ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

امام سیوطی کا ارشاد ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایسا گناہ میں اور کوئی نہیں جانتا کہ جس کے مرتکب کو اہل سنت نے کافر کہا ہو، جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کے سوا:

"قَالَ شَیْخُ مَشَایِخِنَا الْحَافِظُ جَلَالُ الدِّیْنِ السُّیُوْطِیُّ لَا اَعْلَمُ شَیْئًا مِنَ الْکَبَائِرِ قَالَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ السُّنَّۃِ بِتَکْفِیْرِ مُرْتَکِبِهٖ اِلَّا الْکَذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" (موضوعات ص ۹)

اس کو آگ لگادو:

امام ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ "حضورؐ کے زمانہ میں ایک شخص نے جھوٹی حدیث بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اسے قتل کر کے آگ لگادو۔

"فَقَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِنْطَلِقَا اِلَیْهِ فَاِنْ وَجَدْتُمَاهُ حَیًّا فَاقْتُلَاهُ ثُمَّ حَرِّقَاهُ بِالنَّارِ" (رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ (موضوعات ص))

اس لیے جب تک بیان کرنے والے کے پاس وہ روایت لپسندہ نہ ہو، اس کا بیان کرنا اس پر حرام ہے۔ اس پر امام ابوبکر نے امت کے امامانِ دین کا اتفاق نقل کیا ہے۔

"قَدْ حَکَی الْحَافِظُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ خَیْرٍ اِتِّفَاقَ الْعُلَمَاءِ عَلٰی اَنَّهٗ لَا یَصِحُّ لِمُسْلِمٍ

أَنْ يَقُولَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ ذٰلِكَ الْقَوْلُ مَرْوِيًّا وَلَوْ عَلٰى أَقَلِّ وُجُوهِ الرِّوَايَاتِ۔" (موضوعات ص۱)

نیک نیتی سے جھوٹی حدیث سنانا:

یہ تفصیل اس لیے بیان کی ہے کہ بریلوی دوست بڑی نیک نیتی سے جھوٹی اور موضوع روایات بیان کر جاتے ہیں اور ان من گھڑت روایات کی بنیاد پر بڑے بڑے خطرناک عقائد اور مسائل کی عمارت کھڑی کر لیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ دین کے حسین مستقبل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے مناقب و معالی کے بیان کرنے کے لیے قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ بس کرتی ہیں اور حق ادا کر دیتی ہیں، لیکن جن دوستوں کو نوی دنیا کے واقعاتی حقائق کی بجائے افسانوی داستان سرائی سے دلچسپی ہے، وہ سچی احادیث پر کیسے قناعت کر سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کی صلاح اور فلاح کے لیے جو جو خدمات انجام دی ہیں، ان کی تفصیل سے یہ لوگ بالکل بے خبر ہیں بلکہ ان کے پاس وہ پیغام بھی نہیں ہے جس کے اتمام اور تکمیل کے لیے وہ دنیا میں تشریف لائے تھے، طاغوت نے ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلے کے ایسے امور میں الجھا کر رکھ دیا ہے کہ اگر وہ ثابت بھی ہو جائیں تو ان کو مان لینے کے باوجود بھی خلقِ خدا کی راہنمائی کا کماحقہ فریضہ انجام نہیں پا سکے گا۔ اور نہ ابھی تک اس سلسلے کی ان دوستوں کی بوالعجبیوں سے دنیا اپنی عملی دنیا کے لیے کوئی کامیاب رہنمائی حاصل کر سکی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

سارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ "ظِلُّ اللهِ" یا "لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ" آیا ہے کہ اللہ کا سایہ ہے، بلا کیف و کم سہی، بہر حال خدا کا سایہ ہے، تو کیا رسولِ خدا خدا سے بھی آگے نکل گئے ہیں؟

آستانۂ عالیہ سے کذاب راویوں کی سوغات:

کیلیانوالہ کے آستانۂ عالیہ سے کذاب راویوں کی سوغات پیش کرنا، حد درجہ حیرت انگیز ہے، اس کے علاوہ ان راویوں سے سایہ کی کہانی نقل کرنا، جنھوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا اور بھی عجیب لطیفہ ہے۔

حکیم ترمذی اور ذکوان:

صاحبزادہ موصوف نے ایک روایت حکیم ترمذی کی پیش فرمائی ہے، انہوں نے ذکوان سے نقل کیا ہے کہ "سورج اور چاند کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔"

(رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان مختصرا ص ۲،۵،۴)

حکیم ترمذی متوفی ۲۵۵ھ :

انہوں نے نوادر الاصول ایک کتاب لکھی تھی، جس کے متعلق انہوں نے خود لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب نیت سے نہیں لکھی، بس جب دل اچاٹ ہو جاتا تو دل بہلانے کے لیے اس کا شغل کیا کرتا تھا۔ اس لیے اس کی کوئی چیز میری طرف منسوب نہ کی جائے، ان کے الفاظ یہ ہیں :

"مَا صَنَّفْتُ حَرْفاً عَنْ تَدْبِيرٍ وَّلَا يُنْسَبُ اِلَيَّ شَيْءٌ مِّنْهُ وَلٰكِنْ كَانَ اِذَا اشْتَدَّ عَلَيَّ وَقْتِيْ اَتَسَلّٰى بِهٖ" (رسالہ قشیریہ ص ۲۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مزید یہ بھی اس سے نقل کیا ہے کہ پھر جو دل میں آتا لکھ لیتا :

"وہر چہ بخاطرمی رسدمی نوشتم" (بستان المحدثین ص ۶۳ طبع لاہور)

یہی وجہ ہے کہ اس کی روایتوں کا عموماً بہت ہی بُرا حال ہے۔ اس کے علاوہ یہ شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو سو سال بعد کا ہے۔ اب آپ اس کی کتاب "نوادر الاصول" اور اس کی متعلقہ روایت کے راویوں کا حال ملاحظہ فرمائیں :

نوادر الاصول :

محدث دہلوی مزید فرماتے ہیں کہ کتاب نوادر الاصول کی اکثر روایتیں غیر معتبر ہیں :

"نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر وارد" (ایضاً ص ۹۸)

ذکوان :

یہ تابعی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا، جس نے حضورؐ کو دیکھا نہ سنا، کوئی کیسے یقین کرے کہ وُہ دیکھی اور سنی بات بتا رہے ہیں ؟

ابو معاویہ عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی :

جو روایت حکیم ترمذی نے بیان کی ہے، یعنی سایہ والی حدیث، اس کو سیوطی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ اس کے متعلق خود امام سیوطی فرماتے ہیں : "عبدالرحمٰن جھوٹا اور جھوٹی روایتیں گھڑنے والا راوی ہے"

"كَذَّابٌ وَضَّاعٌ" (مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا)

امام ابن مہدی، امام ابوزرعہ نے فرمایا ہے کہ "یہ جھوٹا ہے" امام بخاریؒ فرماتے ہیں "اس

کی حدیث بے کار ہے۔" امام احمد فرماتے ہیں: "یہ کوئی شے نہیں"۔

"كَذَّبَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَأَبُوْ زُرْعَةَ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ ذَهَبَ حَدِيْثُهُ. وَقَالَ أَحْمَدُ لَيْسَ بِشَيْءٍ" (میزان الاعتدال ص۵۴۳)

امام ابن علی کا ارشاد ہے کہ یہ شخص جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا: "كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ"

(تاریخ بغداد ص۲۵۲)

امام ملا علی قاری حنفی نے بھی اس راوی کے متعلق فرمایا ہے کہ: "وَهُوَ مَطْعُوْنٌ"
"اس پر جرح کی گئی ہے"۔

(شرح الشفاء ص۲۵۲)

عبدالملک بن عبداللہ بن الولید:

سایہ والی اسی حدیث کا دوسرا راوی عبدالملک ہے۔ امام ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

"یہ مجہول راوی ہے"، یعنی کچھ پتہ نہیں کہ کون ہے اور کیسا ہے؟ (شرح الشفاء ص۲۸۲)

غور فرمائیے! سچے اور امین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلے کی بات اس شخص کے منہ سے سن کر پلے میں باندھنا جو پرلے درجے کا جھوٹا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف بھی جھوٹی روایتیں منسوب کرنے سے نہیں شرماتا، کہاں کا انصاف اور آپ سے عشق کے دعوے کی کیسی ڈینگیں؟ ایسی روایتوں کے تصور سے بھی ایک باذوق اور معقول آدمی حیا کرتا ہے بلکہ اس کو ان سے سخت گھن آتی ہے مگر یہاں بریلوی کرمفرماؤں کے "بزرگ" ہیں جو ایسی بیکار روایتیں پیش کرتے ہیں اور ذرہ برابر ہچکچاہٹ محسوس نہیں فرماتے، آخر ان کو کوئی کیا کہے؟

ابن سبع:

کیلیانوالہ کے صاحبزادہ نے ابن سبع کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اسے تابعیوں میں شمار کیا ہے (ص۶) اور موصوف کا یہ فقرہ پڑھ کر ہم دنگ رہ گئے کہ "یہ تابعی ہے" حالانکہ اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ کب پیدا ہوئے اور کب مرے؟ اور روایات میں اس کی روایت کی کیا حیثیت ہے؟ ہاں کتاب الرد علی البکری (ص۲۱) میں اس کا ذکر یوں آیا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی کتابوں میں بے حد وحساب جھوٹی روایات پائی جاتی ہیں:

"أَمْثَالُ هٰؤُلَاءِ مِمَّنْ فِيْ كِتَابِهِ مِنَ الْكَذِبِ مَا لَا يُحْصِيْهِ إِلَّا اللّٰهُ"

انتہٰی۔

آگے چل کر وہ امام لکھتے ہیں کہ "اس بیچارے کو یہ بھی پہچان نہیں کہ صحیح حدیث کونسی ہے اور ضعیف کونسی؟

"فَهُمْ لَا يَعْرِفُوْنَ الصَّحِيْحَ مِنَ السَّقِيْمِ" (کتاب الرد علی البکری ص۲۱)
پھر اس ابن سبع نے سایہ والی حدیث کی سند بھی پیش نہیں کی کہ ان کو یہ حدیث کس سند سے پہنچی ہے؟ ایسی بے سروپا روایت کو کوئی کیسے تسلیم کرے؟

ابن مبارک اور ابن جوزی:

زرقانی نے ان کا نام بھی لیا ہے لیکن سند ذکر نہیں کی، اس لیے امامانِ دین کے فرمان کے مطابق جس حدیث کی سند بیان نہ کی جائے وہ قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ "قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ!" (مسلم شریف ۱/۱)

لطیفہ:

کیلیانوالہ کے آستانۂ عالیہ نے ابنِ مبارک اور ابن جوزی کے ذریعے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت بیان کی ہے اس لئے تو یہ عقدہ اور بھی حل کر دیا ہے۔ یعنی بریلوی کرم فرما جو یہ نقل کر رہے ہیں کہ آپؐ کا سایہ نہیں تھا، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ آپؐ کا سایہ بالکل نہیں تھا بلکہ یہ معنی ہیں کہ: آپؐ کا سایہ وہ نہیں تھا جو مستور رہے بلکہ یہ ہے کہ آپؐ کا سایہ تھا مگر نورانی تھا۔ اور نورانی بھی ایسا کہ سورج کی روشنی پر بھی غالب رہتا تھا۔ حالانکہ یہ بات بھی ان کی غلط ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں سمجھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی اور زوجہ کے گھر شاید تشریف لے گئے ہیں، جب میں نے ٹٹولا تو آپؐ سجدہ میں تھے،

"فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ ذَهَبَ اِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَتَجَسَّسْتُهٗ فَاِذَا هُوَ رَاكِعٌ اَوْ سَاجِدٌ" (نسائی ص۳۶)

اگر آپؐ کے نورانی وجودِ پاک کی اتنی روشنی تھی جو سورج پر بھی چھا جاتی تھی تو صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ٹٹول کر دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں اندھیرا ہوتا تھا۔ جب اندھیری رات میں آپؐ کی یہ کیفیت ہے تو دن کے وقت اس کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے؟ اس کے علاوہ یہی بریلوی بزرگ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی گر گئی تو آپؐ کے آنے کے بعد چہرہ یا مسکراہٹ کی روشنی کی وجہ سے وہ مل گئی" اس پر سوال ہے کہ اگر سورج سے بھی زیادہ روشنی رہتی تھی تو مکہ اور مدینہ میں کم از کم رات کا وجود ہی نہ رہتا۔ یا گھر میں روشنی آپؐ کے آنے پر موقوف نہ رہتی، کیونکہ جب سورج نکل آتا ہے تو پھر

سُورج کی روشنی ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ بہر حال سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں، سونی والی یہ روایت بھی "بالکل جھوٹ ہے" (سیرۃ النبی ۶۹۲) اور یہ بھی انہوں نے لکھا ہے کہ "عوام میں مشہور ہے کہ آپؐ کا سایہ نہ تھا، لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔" (سیرۃ النبیؐ ۵۰۰ ج ۲)

بہر حال ابن سبع یا ابن مبارک اور ابن جوزی کی بیان کردہ روایت کی آپ کے پاس کوئی سند ہے تو پیش کیجئے، ورنہ اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کیجئے!۔ جھوٹے سند چھپاتے ہیں سچے نہیں چھپایا کرتے۔ جو لوگ مدتوں بعد تشریف لائے وُہ آخر یہ کیوں نہیں بتاتے کہ یہ روایت اُن کو کس سند سے ملی ہے؟ ہمارا اندازہ ہے کہ ان بے چاروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ، سند کیا بلا ہوتی اور اس کی کیا شکل ہوتی ہے؟ وُہ سمجھتے ہیں کہ بس بیان کرنے والے کا نام لے لیا تو سند ہوگئی، حالانکہ یہ عامیانہ بات ہے۔ سند کے معنی یہ ہیں کہ: "جو کتاب والا اسے پیش کرے وُہ آخر تک اول کی وُہ لڑی بیان کرے جس کے ذریعے اس کو یہ حدیث پہنچی ہے تاکہ پتہ چلے کہ راوی کیسا ہے؟ یا اس کا نام بتائے جس میں اُس کی سند کا ذکر ہو اور وُہ کتاب مل سکتی ہو۔ مثلاً امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے فلاں بات کہی یا فلاں کام کیا تو امام بخاریؒ یُوں کہہ کر نہیں چلے جاتے کہ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی یہ بات کہی بلکہ یہ دکھاتے ہیں کہ ہماری حدیث کی سند یہ ہے۔ مثلاً امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

> "ہم سے حدیث یحییٰ نے بیان کی، اس نے کہا، ہم سے عبدالرزاق نے حدیث بیان کی۔ وُہ کہتے ہیں ہم کو ابن جریج نے خبر دی، وُہ کہتے ہیں ہم سے ابن شہاب نے حدیث بیان کی وُہ حضرت سہل بن سعدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کی یہ بات ہے . . . ."

اس طرح سے جو حدیث بیان کی جاتی ہے، اس کے پرکھنے میں آسانی رہتی ہے کہ اس کے راوی کیسے ہیں، معتبر ہیں یا نہیں؟ مگر جو لوگ چور اور جھوٹے ہوتے ہیں وُہ سند بیان نہیں کرتے۔ بلکہ یُوں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کہا کہ حضورؐ کی یہ بات ہے۔ یہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ یہ بات سچی ہے یا جھوٹی ہے؟ دیکھیے حکیم ترمذی والی روایت کا نام لیا ہے، اس کی سند نہیں بیان کی کیونکہ اس کے راوی جھوٹے ہیں ورنہ ضرور بیان کرتے۔!

مثلاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۳۹ھ میں فوت ہوتے ہیں، وُہ اگر فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا سایہ نہیں پڑتا تھا تو پوچھنے والا کہہ سکتا ہے کہ بارہ سو سال حضورؐ کے بعد آپ نے

حضورؐ کے متعلق یہ بات کہی ہے، آپ کو یہ کس نے بتائی، اُسے کس نے بتائی علیٰ ہذا اس سے کس نے بیان کی ہے ؟ - اگر وُہ سند کی لڑی بیان نہیں کرتے تو یہی کہنا پڑے گا کہ دال میں ضرور کالا ہے۔ یہی حال حلبیؒ سخاوی، قاضی عیاض، سیوطی، نبہانی، ملّا علی قاری، ابنِ حجر ہیثمی، رشید احمد گنگوہی حافظ محمد لکھوی، مصنف تفسیر نسفی، زرقانی، ابن سبع وغیرہم کا ہے۔ سینکڑوں سال بعد آتے ہیں اور خبر حضورؐ کی دیتے ہیں، ان سے آخر کوئی کیوں نہ پوچھے کہ یہ بات آپ کو کہاں سے پہنچی؟ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ کے سجادہ نشین اگر اُن کی وُہ سندیں پلش کر دیں جن کے ذریعے حضورؐ کی یہ بات اُن کو پہنچی ہے تو یہ آپ کی کرامت ہوگی اور ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے ——! اس کے بغیر کوئی کیسے ان کی بات تسلیم کرے؟ باقی رہی یہ بات کہ اتنے بڑے لوگوں نے جب بات بیان کی ہے تو آخر ان کے پاس اس کا کچھ ثبوت ہوگا ورنہ وُہ کیسے بیان کرتے؟ عرض ہے کہ اگر آپ یہ فارمولا طے کر لیں تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپؐ کا سایہ تھا، آپؐ بشر تھے، آپؐ عالم الغیب نہیں تھے۔ عرس، قل، چالیسویں جائز نہیں ہیں۔ پیری مریدی کے یہ ڈھونگ جو دنیا نے رچا رکھے ہیں اب سود بلکہ کاروبارین گئے ہیں۔ رفع یدین، آمین، سینہ پر ہاتھ باندھنا، سب کو قبول کرنا ہوگا کیونکہ یہ سب کچھ کتابوں میں موجود ہے۔

سایہ الزام اور عیب نہیں:

سایہ عیب اور الزام نہیں کہ اس سے کترانے کی کوشش کی جائے بلکہ حضورؐ کا سایہ خوبی ہے حضورؐ کا سایہ باعثِ رحمت ہے۔ اس سے محرومی کا شوق بہت بڑے حرمان کی بات ہے۔ اصل میں حضورؐ کے سایہ کی نفی، حضورؐ کو اس شرف سے محروم کرنے کی ایک عامیانہ کوشش ہے کیونکہ ہر شے کا سایہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہے:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ۔ " (پ ۱۴ ع ۱۲)

آپ اس پر کیوں تلے ہُوئے ہیں کہ حضورؐ اس شرف سے محروم ہو جائیں؟

بے ادبی کی بات:

کہتے ہیں کہ، " سایہ ہوگا تو بے ادبی ہوگی۔" اگر یہ سایہ نہیں تو آپ نے نورانی سایہ کا تو ذکر کیا ہے، کیا اس کی بے ادبی نہ ہوگی؟ اس کے علاوہ بذاتِ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مدینہ کے مقامات میں چلتے پھرتے رہے، کیا آپؐ کے پاؤں کا نقش زمین پر نہیں پڑتا تھا؟ سایہ کم از کم اندھیرے یا کسی درخت وغیرہ کے نیچے تو باقی نہیں رہتا مگر مبارک پاؤں کا نقش تو مدتوں رہ سکتا ہے، اندھیرا ہو

یا نہ ہو۔ اگر آپ کے غیر فطری فارمولا کو سامنے رکھا جائے تو چاہیے تھا کہ صحابہؓ مکہ اور مدینہ کو خالی کر دیتے کیونکہ چلتے پھرتے نقشِ پاک کی بے حرمتی کے مرتکب ہو سکتے تھے۔ العیاذ باللہ!

آزمالیجئے:

آپ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال مبارک کی نشاندہی بھی فرمایا کرتے ہیں، آئیے: اُس کو دھوپ میں رکھ کر دیکھ لیں۔ اس کا سایہ نکلتا ہے یا نہ؟ پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے!

نورانی سایہ:

روشنی میں ہر دبیز شے کا سایہ، سیاہ ہوتا ہے اور اندھیرے میں ہر روشن شے کا سایہ روشن ہوتا ہے۔ کیلیانوالے صاحبزادہ کے بقول تو حضورؐ کی ضیا باری کا یہ عالم ہے کہ اس کے سامنے سُورج کی روشنی بھی ماند پڑ جاتی تھی تو اس سے ظاہر ہُوا کہ سایہ تھا، مگر سیاہ نہیں، روشن تھا۔ کیا اس کی نشاندہی ہو سکتی ہے کہ: آپؐ کا روشن سایہ وُہ چمک رہا ہے؟ اور یہ عموم البلوٰی کی شکل ہے! اصولِ فقہ میں لکھا ہے کہ اس صورت میں صحیح خبرِ واحد حجت نہیں ہوتی۔ لیکن آستانہ عالیہ نے جو حدیث پیش کی ہے وُہ خبرِ واحد بھی ہے اور من گھڑت بھی! ان حالات میں حنفیوں کو چاہیے کہ وُہ یہ روایت پیش بھی نہ کریں!

حضورؐ کا سایہ تھا:

اب ہم آپ کے سامنے وُہ احادیث پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کا سایہ تھا۔ ان حدیثوں کی سند بھی عند الطلب پیش کی جا سکتی ہے اور جن کتابوں سے ہم یہ روایات پیش کر رہے ہیں، وُہ عام ملتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ:

فرماتی ہیں کہ حضورؐ حضرت زینبؓ سے ناراض ہو گئے تھے، جن سے وُہ مایوس ہو چلی تھیں کہ کیا دیکھتی ہیں کہ حضورؐ کا سایہ میری طرف بڑھ رہا ہے:

"إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلٍ"

(مسند احمد ص۱۳۲ ج۶)

حضرت ابو ہریرہؓ:

فرماتے ہیں کہ..... "پھر جبریل نے مجھے عصر پڑھائی جب میرا سایہ میرے برابر ہو گیا"

"فَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ فَيْئِيْ مِثْلِيْ" (رواہ البزار مجمع الزوائد ص۳۵۲ ج۱)

حضرت انسؓ :

حضورؐ نے ایک دفعہ ایک نماز پڑھائی، اس میں آپ کچھ پیچھے ہٹے تو صحابہؓ کے پُوچھنے پر آپؐ نے فرمایا "میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی یہاں تک کہ میں نے اس (آگ کی روشنی) میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا:

"وَعُرِضَتْ عَلَیَّ النَّارُ ..... حَتّٰی رَأَیْتُ ظِلِّیْ وَظِلَّکُمْ فِیْهِمَا"

(مستدرک حاکم م۴۵۶)

امام حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

الغرض صحیح حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ آپؐ کا سایہ تھا۔ حدیث کی مندرجہ بالا کتابیں بازار میں عام ملتی ہیں جس میں انھوں نے اپنی اپنی سندیں بھی پیش کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، اگر دقت ہو تو ہمیں حکم کریں، ہم سندیں نقل کر کے آپ کو بھیج دیں۔

سایہ نہ ہونے کے متعلق صاحبزادہ نے جو روایت پیش کی ہے ایک اہلِ علم اس کو پیش کرتے ہوئے بھی شرمائے گا کیونکہ اس کے راوی جھوٹے، گمنام ہیں، یا وہ لوگ ہیں جو سینکڑوں سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دُنیا میں تشریف لائے۔ نہ وُہ سند پیش کرتے ہیں اور نہ کسی سند والی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ بس یُوں معاملہ کر رہے ہیں جیسے ایک چور اندھیرے میں اندھیرے سے فائدہ اٹھاتا ہے ــــ ظاہر ہے کہ یہ کچھ اچھی فال نہیں ہے اور نہ ہی اہلِ علم کے شایانِ شان بات ہے۔

جھوٹی حدیث پیش کرنے والے کے متعلق رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "اس پر اللہ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت، قیامت میں اُن سے کچھ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔" (الحاکم)

(بحوالہ موضوعات ملّا علی قاری صفحہ ۸)

حضرت مولانا محمد ادریس کیلانی
متعنا اللہ بطول حیاتہ

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

اب ہم کتاب وسنت کی روشنی میں یہ جائزہ لیں گے کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور تھے اور اس بناء پر آپؐ کا سایہ نہیں تھا یا کتاب وسنت اس عقیدۂ باطلہ کی تردید کرتے ہوئے آپؐ کو خیر البشر کے مقام عظمیٰ وارفع پر فائز کرتے ہیں؟ لیکن اس سے قبل ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم درحقیقت اس سلسلہ کی طول طویل بحثوں سے گریز چاہتے ہیں۔ آج دُنیا جس مقام پر پہنچ چکی ہے، اسے کتاب وسنت کے اس پیغام کی کہیں زیادہ ضرورت ہے جو انسانیت کو تباہی کے راستوں سے ہٹا کر امن وسلامتی کی راہوں پر گامزن کرنے میں ممد ومعاون ہو سکتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان مباحث سے ایک تو ہمیں وہ راہنمائی میسر نہیں آرہی جو کہ وقت کا شدید ترین تقاضا ہے اور دوسرے یہ مباحث مسلمانوں کو اپنے اصل مقصد سے بھی دُور لے جا رہے ہیں ـــــ تاہم عقائد کے سلسلہ میں اس چیز سے بالکل بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا بالخصوص جبکہ اسلام کے کچھ نادان دوستوں نے بشر، نور، علم غیب اور حاضر ناظر کے مسائل کو اس قدر ہوا دی ہے کہ جو شخص ان مسائل میں ان کا ہم خیال و ہم عقیدہ نہیں اس کو وہ گردن زدنی تصور کرتے اور گستاخانِ رسول کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اس پیغام سے کوسوں دُور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسانیت کو دیا تھا اور جس کی بناء پر دُنیا کفر وشرک کے ہولناک ویرانوں میں سے نکل کر ایک نئی روشنی سے واقف و آشنا ہوئی تھی!

اعتراض:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ہونے اور آپؐ کا سایہ نہ ہونے پر قرآن مجید کی

اس آیت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ:۔

"قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ" (المائدہ: ۱۵)

"مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ آپؐ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں"

جواب:

"نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ" میں جو واؤ ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ عطف مغایرت ہے یا عطف تفسیری، پہلی صورت میں نور سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی مراد ہوگی اور دوسری صورت میں اس سے مراد خود قرآنِ کریم ہوگا۔ اور اسی کو بعض مفسرین نے ترجیح دی ہے۔ علاوہ ازیں اگر آیات کے سیاق و سباق اور اس بارے میں نور سے متعلقہ دیگر آیات دیکھی جائیں تو قرآن سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ مثلاً اسی آیت کے شروع میں "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا" (یعنی "اے اہلِ کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے") کے الفاظ وارد ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی آیت میں اب دوبارہ "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ" سے مراد کتاب اللہ ہی ہو سکتی ہے نہ کہ آپؐ کی ذاتِ مبارک۔ کیونکہ آپؐ کا ذکر مبارک تو شروع آیت میں ہو چکا: قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا!

علاوہ ازیں اس سے اگلی آیت کے الفاظ یوں ہیں:۔

"يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ" (المائدہ ۱۶)

کہ "اللہ تعالیٰ اس سے ہر اس شخص کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضامندی کی پیروی کرے!"

اس آیت میں "بِهِ" ضمیر مفرد لائی گئی ہے۔ اگر نور اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہوتیں یعنی "نور" سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتے تو آپؐ اور "کتاب مبین" دونوں کے لیے مفرد کی بجائے ضمیر تثنیہ لائی جاتی۔ یعنی "بِهِ" کی بجائے "بِهِمَا" فرمایا جاتا، لیکن ایسا نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ "نور" سے مراد یہاں "کتاب مبین" ہی ہے۔

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر حضورؐ کا اور قرآنِ کریم کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:۔

"وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (اعراف ۱۵۷)

کہ "جو لوگوں نے اس نور کی اتباع کی جو آپؐ کے ساتھ نازل کیا گیا۔ یہی لوگ

فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت کے بھی شروع میں پہلے حضورؐ کا ذکر بایں الفاظ آگیا ہے :

- اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ " الآیۃ (ایضاً)

اور پھر آخر آیت میں قرآنِ کریم کا ذکر لفظِ "نور" کے ساتھ کیا گیا ہے جو آپ پر اتارا گیا۔ — بالکل اسی طرح جس طرح زیرِ بحث آیت میں پہلے "قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا" کے الفاظ آتے ہیں اور پھر آخر میں "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" کے الفاظ وارد ہیں — لہٰذا ان قرآن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں جس "نور" کا ذکر ہے اس سے مراد قرآن کریم ہی ہے؛ چنانچہ قرآنِ مجید کو "نور" کے لفظ سے اور بھی کئی جگہ تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً

- یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا " (النساء : ١٧٤)

کہ "اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آئی اور ہم نے تمہاری طرف "نورِ مبین" یعنی قرآن مجید اتارا"

اسی طرح سورۃ تغابن پ ٢٨ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا" (آیت ٨)

کہ "اللہ پر ایمان لاؤ، اور اس کے رسول پر اور اس "نور" (قرآن مجید) پر جو ہم نے اتارا"

غور فرمائیے، ان دونوں آیات میں قرآن مجید ہی کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے، بلکہ دوسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نور (قرآن مجید) کا ذکر الگ الگ بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ "زیرِ بحث آیت میں بھی "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ" سے مراد قرآن مجید ہی ہے۔"

یہ بھی یاد رکھیے کہ مذکورہ بالا ایک آیت ہی میں یہ احتمال ہے کہ یہاں "نور" سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بھی ہو سکتی ہے۔ کسی دوسری آیت میں آپ کو "نور" نہیں کہا گیا۔ لیکن یہاں بھی بقولِ مفسرین اس سے قرآن مجید بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ تو آیت میں دو معنی کا احتمال پیدا ہو گیا جبکہ اصول یہ ہے :

"اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ"
کہ "جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جایا کرتا ہے۔"
دیکھیے تفسیر جامع البیان تحت آیت مذکورہ :
"قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ - اَیْ قُرْاٰنٌ اَوْ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ"
بعض ائمہ نے یہ معنی بھی کیے ہیں :
"بِعِنَایَةِ الْاَزَلِ وَصَلْتُمْ اِلٰی نُوْرِ الْکِتَابِ وَنُوْرِ التَّوْحِیْدِ"
"یعنی اس سے نورِ کتاب اور نورِ توحید مراد ہے۔" (تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، تفسیر آیت مذکور ص۳۰۱)

نورِ نبوت و ہدایت :

اگر آیت "قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی مراد لی جائے، تو بھی اس سے "نورِ نبوت" اور "نورِ ہدایت" مراد ہوگا، نہ کہ وہ نور جس کی بریلوی دوستوں نے رٹ لگا رکھی ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے نور ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ نبوت اپنی آن بان کے ساتھ وضوح کے درجۂ کمال پر ہے (کہ) مومنین اور عارفین کے قلوب کو اپنی شریعتِ غرا کے ذریعے خوب مجلّٰی اور منور کر دیا ہے۔ اس لیے آپؐ کو "نور" "ہادی" اور "سراجِ منیر" کہا گیا ہے۔"

اپنوں کی گواہی :

۱۔ مفتی احمد یار صاحب بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ :
"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کے نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ :
(ا) حضورؐ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں۔
(ب) نہ یہ کہ رب کا نور حضورؐ کے نور کا مادہ ہے۔
(ج) نہ یہ کہ حضورؐ خدا کی طرح ازلی، ابدی، ذاتی نور ہیں۔
(د) نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضورؐ میں سرایت کر گیا ہے تا کہ کفر اور شرک لازم آتے۔
آپ ایسے ہی نور ہیں جیسے اسلام اور قرآن نور ہیں۔" (رسالہ نور ص۳ مصنفہ مولانا احمد یار خان نعیمی)

۲۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمۂ قرآن مجید "کنز الایمان" اور مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کا حاشیہ "خزائن العرفان" بھی ملاحظہ فرما لیجیے:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (پ ۶ مائدہ ۱۵)

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔" (کنز الایمان)

"سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا، کیونکہ آپؐ سے تاریکیٔ کفر دُور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی" (خزائن العرفان) ———— (خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے)

۳۔ دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا! کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

"اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے اور چمکا دینے والا نور ہے" (کنز الایمان)

اور حاشیہ پڑھیے:

"در حقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپؐ کے نورِ نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دُور کر دیا اور خلق کے لیے معرفتِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی تاریک وادیاں میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے نورِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر اور قلوب وارواح کو منور کیا" (خزائن العرفان)

اس اقتباس کو بغور پڑھیے، کیا اس میں ہمارے مذکورہ بالا عقیدہ کی مکمل تائید نہیں کہ آیۂ زیرِ بحث میں اگر "نور" سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی مراد لی جائے تو بھی اس سے "نورِ نبوت" اور "نورِ ہدایت" مراد ہوگا؟

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ!

ایک موضوع حدیث:

بریلوی علماء، عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے حضورؐ کے نور ہونے کے سلسلہ میں اکثر ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

"اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ!"

لیکن آج تک کسی نے اس کی سند بیان نہیں کی اور نہ بیان کر سکتا ہے۔ لہٰذا حدیث معلق بلا سند، استدلال اور احتجاج کے قابل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ اقسام مردود میں سے ہے (دیکھیے نخبۃ الفکر)

اسی طرح راویانِ مجہول سے مروی حدیث بھی لائقِ تسلیم نہیں ہوتی ۔ اس صورت میں حدیث
مذکور کا متصل، مرفوع اور صحیح ہونا جب تک ثابت نہ ہو، قابلِ توجہ نہیں ہے۔
علامہ سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی جلد ۳ صفحہ ۶۳۵ میں اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ
"اس کی روایت عام طور سے زبانوں پر جاری ہے۔ مگر اس روایت کا پتہ احادیث
کے دفتر میں مجھے نہیں ملا۔ البتہ ایک روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے:
"یَا جَابِرُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرُ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ"
زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی۔"
گویا یہ حدیث بھی بغیر سند کے ہے۔ مزید یہ کہ یہ روایت بھی مصنف عبدالرزاق کی ہے جو تیسرے
طبقہ کی کتاب ہے۔ اور اس تیسرے طبقہ کی کتابوں کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ یوں
رقمطراز ہیں:

"والتزام صحت نزدہ و کتب آنہا در شہرت و قبول در مرتبہ طبقہ اول و دوم نرسیدہ
ہر چند مصنفین آں کتب موصوف بودند بتبحر در علم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط و
احادیث صحیح و حسن و ضعیف بلکہ متہم بالوضع نیز دراں کتب یافتہ میشود۔ و در رجال
آں کتب بعضے موصوف بعدالت اند و بعضے مستور و بعضے مجہول و اکثر آں احادیث
معمول بہ نزد فقہاء نہ شدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف آنہا منعقد گشتہ .... اسماء آں
کتب ایں است۔ مسند شافعی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابی یعلی، مصنف
عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ الخ" (عجالہ نافعہ ص ۶)

کہ "اصل میں (ان کی صحت کا التزام انہوں نے نہیں کیا اور جو شہرت اور مقبولیت
طبقہ اول اور دوم کو حاصل ہوئی وہ ان (تیسرے طبقہ کی) کتابوں کو نہ ہوئی۔ اگرچہ
ان کتابوں کے مصنفین (بذاتِ خود) علومِ حدیث، وثوق اور عدالت و ضبط میں
تبحر تھے، لیکن احادیث صحیح، حسن، ضعیف بلکہ موضوع تک ان کتابوں میں پائی
جاتی ہیں ۔۔۔ اور ان کے راوی بعض ثقہ ہیں، بعض غیر معروف اور مجہول ہیں، اور
(اسی لیے) ان کتابوں کی اکثر احادیث ائمہ فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں ہیں
بلکہ ان کے ترک کرنے پر اجماع منعقد ہوا ہے ..... ان کے نام یہ ہیں مسند شافعی
ابن ماجہ، دارمی، مسند ابو یعلی موصلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ الخ

یہ ہے وہ مصنف عبدالرزاق جس سے یہ حدیث نقل کی جاتی ہے۔ یعنی اس کتاب میں موضوع احادیث تک موجود ہیں۔ اب اس حدیث کی سند کا حال دیکھے بغیر کوئی کیسے اسے باور کرلے؟
علاوہ ازیں اس حدیث پر ایک اور پہلو سے بھی گفتگو ہوسکتی ہے اور وہ یہ کہ اگر بفرضِ محال اس حدیث کو قابلِ توجہ بھی سمجھ لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ سارا جہان ہی نور ہے اور اس میں کسی کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا پورا مضمون یہ ہے کہ:

"سب سے اول حضورؐ کا نور پیدا ہوا اور پھر حضورؐ کے نور سے قلم، لوح، عرشِ الٰہی، حاملینِ عرش، کرسی، باقی فرشتے، آسمان زمین سب کچھ پیدا ہوا۔"

بس اس نور سے اگر کوئی چیز مستثنیٰ ہے تو وہ صرف بدنصیب انسان ہے، جس کی پیدائش کو حق تعالیٰ نے اپنی تخلیق کا شاہکار بتایا ہے ــــــ جس خاک سے بشر کا پتلا بنا تھا، وہ تو نور ہے مگر وہ بشر جو اس مٹی سے بنا وہ خاکی کا خاکی ہی رہا۔
بہت خوب!

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ:
"اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمُ" (جامع ترمذی کتاب القدر)

لیکن اس بے سند حدیث میں قلم کو بھی آپؐ کے نور سے پیدا کیا جارہا ہے۔ فیاللعجب!

مسئلہ کا دوسرا پہلو:

اب تک جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، اس کا تعلق مسئلہ کے اس پہلو سے تھا کہ "حضورؐ نور تھے اور آپؐ کا سایہ نہیں تھا" لیکن اب ہم مسئلہ کے دوسرے پہلو پر بھی کہ "آپؐ بشر تھے" آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی، اقوالِ ائمہ کرام اور بالخصوص مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ مسئلہ کے دونوں پہلو واضح ہوجائیں اور کسی قسم کا الجھاؤ باقی نہ رہے۔ وباللہ التوفیق!

بشر، آدمی اور انسان سب ہی مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں جبکہ "رجل" ان کی ایک صفت "مذکر" کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے کہ ہم نے پہلے جتنے انبیاءؑ مبعوث فرمائے ہیں، سب مرد (رجل) ہی تھے، جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے:
"وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ" (پ ۱۷۔ الانبیاء)

کہ "اے نبیؐ، ہم نے آپ سے پہلے آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے ہیں، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے!"

تمام انبیاءؑ کا اعلانِ بشریت:

چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی بشریت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

• قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (پ۱۳ ابراهیم ۱۱)

کہ "سب رسولوں نے اعلان فرمایا کہ ہم تو تمہاری طرح کے بشر ہی ہیں!"

حضرت ابراہیمؑ کی دعا:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق، حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی، اس کے الفاظ قابلِ غور ہیں:

" رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ" الآية (پ۱ البقرہ ۱۲۹)

کہ "اے ہمارے رب، ان لوگوں میں، انہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرما!"

" مِنْهُمْ " (انہی میں سے) کا لفظ شدید غور و فکر کا متقاضی ہے، یعنی مکہ کے رہنے والوں میں سے، آلِ ابراہیمؑ سے! اب ایک معمولی عقل و ذہن کا مالک بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ مکہ میں خاکی انسان بستے تھے یا فرشتے یا کوئی نوری مخلوق؟ اگر مکہ والے بشر تھے اور رسولؐ اللہ نور تھے تو "منھم" کا مطلب کیا ہوا؟

مستجاب الدعوات کا اعلان:

چنانچہ یہ دعا مستجاب بھی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں مزید واضح الفاظ میں اعلان فرمایا:

" لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ" الآية

(پ۴ آل عمران ۱۶۴)

کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ ان میں ایک رسولؐ انہی کی جانوں میں سے مبعوث فرمایا ہے!"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعلان:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے:

- قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ !" (پ۱۶، کہف ۱۱۰ و پ۲۴ حم السجدۃ ۶)

کہ "اے نبیؐ، آپ اعلان فرما دیجیے، میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے۔"

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ! (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۹۳)

"(نیز آپ یہ بھی) فرما دیجیے کہ ..... میں تو صرف بشر رسول ہوں!"

بشریتِ رسولؐ پر تعجب کی وجہ!

انبیاءؑ کی بشریت کے تصور سے کفار کے بدکنے کی وجہ یہ تھی کہ انسان اور بشر ان فطری کمزوریوں سے داغدار ہوتا ہے جو ایک حادث شے کا خاصہ ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کھانا پینا سونا جاگنا، چلنا پھرنا، تعلقاتِ زن و شو وغیرہ ـــــ گویا جن کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق ہو، ان کو ان چیزوں سے منزہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ کفار کہتے تھے :

- مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ" (الفرقان ۷)

"کہ یہ کیسا رسولؐ ہے جو کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟"

نیز یہ کہ،

"مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ!

(پ ۱۸ المؤمنون ۳۳، ۳۴)

"(وہ ایک دوسرے سے کہا کرتے) یہ رسول تو تمہارے جیسا بشر ہے، وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم تو مارے گئے!"

حق تعالیٰ کا جواب: (الف) بشریتِ رسول پر تعجب کیوں؟

"اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ!" (یونس ۲)

"لوگوں کو اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کی طرف وحی نازل فرمائی؟"

(ب) یہ باتیں تو تمام انبیاء و رسل میں پائی جاتی تھیں:

"وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ

الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ" (الفرقان ۲۰)
کہ "اے نبیؐ، (ان کی باتوں سے دل میں ملال نہ لائیے) ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول بھیجے ہیں، وہ سبھی کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔"
یعنی یہ باتیں مانع رسالت نہیں ہیں!

(ج) **لوگوں کو انبیاءؑ و رسل پر ایمان لانے سے انہی غلط فہمیوں نے باز رکھا تھا:**

"وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔" (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۹۴)
کہ "لوگوں نے، جب اُن کے پاس ہدایت آئی، اسے قبول کرنے سے صرف اس بناء پر انکار کر دیا کہ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا ہے"
یعنی کفار کا خیال یہ تھا کہ رسالت کے لیے کوئی نورانی مخلوق ہی موزوں ہو سکتی ہے جو بشری عیوب اور کمزوریوں سے منزہ ہو ـــــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ؕ" (پ ۱۵، بنی اسرائیل ۹۵)
"(اے نبیؐ!) آپ (یہ) فرما (کر ان کی اس غلط فہمی کو دور کر) دیجیے کہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے اور مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم یقیناً ان کی طرف (بھی) فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے (لیکن چونکہ زمین پر انسان آباد ہیں، لہٰذا ان کی طرف بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے!)"
امام خازن حنفی اپنی تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
"وَالْمَعْنٰى اَنَّ عَادَةَ اللّٰهِ جَارِيَةٌ مِّنْ اَوَّلِ مَبْدَءِ الْخَلْقِ اَنَّهٗ لَمْ يَبْعَثْ اِلَّا رَسُوْلًا مِّنَ الْبَشَرِ فَهٰذَا عَادَةٌ مُّسْتَمِرَّةٌ وَّسُنَّةٌ جَارِيَةٌ قَدِيْمَةٌ"
کہ "اس کے معنی یہ ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے سنت اللہ یہی رہی ہے کہ بشر کے بغیر کبھی رسول نہیں بھیجا گیا۔ یہ خدا کی دائمی عادت اور دیرینہ سنت جاریہ ہے"!

احادیث میں بشریت کا ذکر: ۱۔ کھجوروں کو پیوند لگانے والی مشہور حدیث میں آپ نے

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

"میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں!"

۲۔ حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ کے دوران آپؐ نے فرمایا:

"اَمَّا بَعْدُ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ"

الحدیث (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۵۶۸)

۳۔ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں ارشاد ہوا:

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ" الحدیث (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

"تم میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور میں ایک بشر ہوں!"

۴۔ سجدۂ سہو کی مشہور حدیث میں فرمایا:

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی كَمَا تَنْسَوْنَ" (بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

"میں ایک بشر ہوں اور میں نے اپنے رب سے شرط کر لی ہے"

۔ ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"اِنَّ مُحَمَّدًا بَشَرٌ یَغْضَبُ كَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ" (مسلم)

"محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک بشر ہیں، جیسے بشر غصے میں ہوتا ہے ویسے آپؐ بھی ہوتے ہیں!"

۔ حضرت عائشہؓ ہی فرماتی ہیں:

"وَكَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ" (شمائل ترمذی)

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے"

اب بریلوی دوستوں کو چاہیے کہ وہ بشر کے معنی ہی بدل دیں کہ اس کے بغیر ان کے لیے [کو]ئی چارۂ کار نہیں ہے۔

[بز]رگوں کے اقوال:

اب آپ اس مسئلہ پر بزرگوں کے اقوال ملاحظہ فرمائیے، اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ [میں] ہے:

امام ابن ہمام حنفی مسامرہ میں لکھتے ہیں:

"اِنَّ النَّبِیَّ اِنْسَانٌ" (مسامرہ ص۱۹۵)

کہ "نبی یقیناً انسان ہے!" (لیجئے، بشر کے معانی تبدیل کرنے کی گنجائش بھی ختم ہوئی)

۲۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

"قَدْ اَرْسَلَ اللّٰہُ رُسُلًا مِّنَ الْبَشَرِ اِلَی الْبَشَرِ!"

"بے شک اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی انسانوں کی طرف رسول بھیجے!"

۳۔ میر سید علی بن محمد جرجانی لکھتے ہیں:

"اَلرَّسُوْلُ اِنْسَانٌ بَعَثَہُ اللّٰہُ اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ" (شرح عقائد ص۲۹)

کہ "رسول انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغِ احکام کے لیے مخلوق کی طرف مبعوث فرماتا ہے!"

۴۔ اس کے حاشیہ پر لکھا ہے:

"وَتَقْیِیْدُہٗ بِالْاِنْسَانِ لِاَنَّ الرَّسُوْلَ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بَشَرًا!"

(حاشیہ شرح عقائد ص۲۹)

"انسان ہونے کی قید اس لیے ہے کہ رسول بشر ہی ہوتا ہے"

۵۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"بہ برہان و عقل و تجربہ معلوم شد کہ ایں بہ پیغمبراں مخصوص نیست چہ پیغمبر ہم آدمی است قل انما انا بشر مثلکم دلیل اوست!" (کیمیائے سعادت امام غزالی)

کہ "عقل و تجربہ اور برہان سے یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ پیغمبر بھی آدمی ہے اور قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اس کی دلیل ہے۔"

۶۔ علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی فرماتے ہیں:

"بشریت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام از قول سید ولد آدم ثابت دد لیل آں قولہ تعالیٰ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ!" (فتاویٰ جلد دوم)

۷۔ قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفاء میں ایک عنوان پیغمبر کی بشریت ثابت کرنے کے لیے قائم کیا ہے۔ دلائل قرآنیہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

"فَمُحَمَّدٌ وَسَائِرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْبَشَرِ اُرْسِلُوْا اِلَی الْبَشَرِ" (القسم الثالث)

کہ "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور باقی سب انبیاء بشر ہیں اور بشر کے لیے ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔" (ملاحظہ ہو تکمیل الایمان شیخ عبد الحق ص۳۷)

۸۔ صاحب قصیدہ بردہ امام شرف الدین بوصیری قصیدہ بردہ میں لکھتے ہیں:

"فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهُ بَشَرٌ وَاَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ"

کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہمارے علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ بشر اور تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔"

بشریت پر ایمان:

۹۔ امام شیخ ولی الدین ابن العراقی سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت پر ایمان رکھنا ایمان کے لیے شرط ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ضروری ہے:

" فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ لِتَكْذِيْبِهٖ الْقُرْاٰنَ وَجَحْدِهٖ مَا تَلَقَّتْهُ قُرُوْنُ الْاِسْلَامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ"۔ (مواہب لدنیہ مقصد سادس، نوع ثالث ص۵۳ ج۲)

کہ "ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اس نے قرآن کی تکذیب کی اور ایک ایسی ٹھوس حقیقت کا انکار کیا جس کو پہلوں سے پچھلوں تک تمام قرونِ اسلامیہ نے تسلیم کیا ہے۔

۱۰۔ امام بزازی حنفی لکھتے ہیں:

لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ۔ (فتاویٰ بزازیہ ص۳۲۲ ج۶)

"...... کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں!"

۱۱۔ کتاب فصولِ عمادیہ میں ہے:

" وَمَنْ قَالَ لَا اَدْرِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهُمْ كَانَ اِنْسِيًّا اَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ"

کہ "جس نے کہا، خدا جانے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسان تھے یا جن؟ وہ کافر ہو گیا!"

۱۲۔ علامہ شامی حنفی فرماتے ہیں:

" وَحَاصِلُهٗ اَنَّهٗ قَسَّمَ الْبَشَرَ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ خَوَاصِّ الْاَنْبِيَاءِ" (ردالمحتار)

کہ "اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے بشر کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک قسم خاص انبیاء کی ہے"۔

۱۳۔ امام زرقانی نے مواہب لدنیہ ص۲۲۱ ج ۳ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں ایک نام "بشر" بھی لکھا ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت باب ششم میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی:

آخر میں ہم بریلویوں کے پیر و مرشد اور عالم مولوی احمد رضا خاں بریلوی نیز مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے اقوال پیش کر کے فیصلہ احباب پر چھوڑتے ہیں:

" وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ " (پ۱۴ سورہ نحل ۴۳)

" اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں " (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں صاحب)

اس کے حاشیہ میں مفتی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں:

" شانِ نزول: یہ آیت مشرکینِ مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنھوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ انہیں بتایا گیا، کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے۔ ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے "۔

" اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ " (پ ۱۷، الحج ۵)

" اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے ۹ " (ترجمہ احمد رضا خاں)

اور حاشیہ میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:

" ۸ مثل جبرائیل و میکائیل "۔

" ۹ مثل حضرت ابراہیم و حضرت عیسیٰ اور حضرت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم "۔

ان حواشی کے بعد وہ لکھتے ہیں:

" شانِ نزول: یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے "

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ جسے چاہے اپنا رسول بنائے۔ وُہ انسانوں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی، جسے چاہے!"

۲۔ "فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا" (پ ۲۸ سورہ تغابن ۶)

"تو بولے، کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے؟ تو کافر ہوئے!" (ترجمہ احمد رضا خاں صاحب)

اور حاشیہ پر مفتی صاحب لکھتے ہیں،

"یعنی انھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے! پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا!"

نیز مفتی صاحب اپنی مشہور کتاب "کتاب العقائد" میں لکھتے ہیں:

"نبوت کا بیان، اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وُہ بشر ہیں جن کے پاس وحی آتی ہے!"

دوستو! آپ قال اللہ اور قال الرسول کو تو جانے دیجئے، کم از کم اپنے بزرگوں کی بات ہی مان لیجیے، ورنہ ان کا نام لینا بھی چھوڑ دیجئے، ـــــ اور یا پھر تسلیم کر لیجئے کہ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے!

حضرت مجدد الف ثانی کا نظریۂ بشریت: مجدد صاحب کے بارے میں مستقل عنوان قائم کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مجدد صاحب اہلِ علم بھی ہیں اور اہلِ دل بھی۔ گویا کہ شریعت و طریقت کے جامع ہیں اور دوسرے یہ کہ ہماری اس تحریر کے اصل محرک اپنے آپ کو "مجددیہ" کہلواتے اور لکھواتے ہیں ـــــ اس نسبت پر نہ صرف انھیں فخر ہے بلکہ وُہ ڈنکے کی چوٹ اس کا اظہار بھی کرتے ہیں اور ہم بھی مجدد صاحب کو مجدد الف ثانی تسلیم کرتے ہوئے ان ہی کو اس مسئلہ میں ثالث تسلیم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ وُہ بھی اس پیش کش کو منظور کریں گے۔

مجدد صاحب کے جو مکتوب اس وقت تک منظرِ عام پر آئے ہیں، ان کا جو حضرات مطالعہ کر چکے ہیں، وُہ ہمارے اس بیان کی تائید فرمائیں گے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بالخصوص ہمارے رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی بشریت کے بارہ میں آپ کا نظریہ دوٹوک اور نہایت واضح ہے۔ آپ اپنے ایک مکتوب گرامی میں

شیخ فرید کو لکھتے ہیں:

"کلمہ دیگر کہ مخصوص بایں بزرگواراں (انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام) است ایں است کہ خود را بشر میدانند مثل سائر مردم!" (دفتر اول مکتوب ۹۳ دربیان آنکہ در اصولِ دین متفق اند و مختلف در فروعِ دیں اند)

یعنی "ان بزرگوں (انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا دوسرا مخصوص کلمہ یہ ہے کہ وُہ دوسرے لوگوں کی طرح اپنے آپ کو بشر جانتے ہیں"۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس غلط فہمی کا بھی ازالہ کرتے ہیں کہ مانا سب بشر ہی سہی، تاہم نفسِ انسانیت میں تو آخر ان میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہونا چاہیے کیونکہ لوگ لوگ ہیں اور نبی نبی ــــ چنانچہ آپ نے اپنے اس خط میں، جو حضرت خواجہ عبید اللہ کے نام تحریر فرمایا تھا، لکھتے ہیں کہ:

"نمی بینی کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات با عامہ در نفسِ انسانیت برابر اند و در حقیقت و ذات متحد، تفاضل باعتبارِ صفاتِ کاملہ آمدہ است و آنکہ صفاتِ کاملہ ندارد گویا ازاں خارج است و از خصائص و فضائل آں نوع محروم باوجود ایں تفاوت در نفسِ انسانیت زیادتی و نقصان راہ نمی یابد و نمی تواں گفت کہ آں انسانیت قابل زیادتی و نقصان است!" (مکتوب ص ۲۶۶ دفتر اول دربیان بعضے از عقائد کلامیہ)

یعنی "کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسِ انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور نوعی ماہیت اور ذات میں سب ایک ہیں۔ ایک دوسرے پر (اُن کو جو) برتری (حاصل ہے وُہ) صفاتِ کاملہ کے اعتبار سے ہے اور جن میں یہ صفاتِ کاملہ نہیں ہیں، وُہ گویا اس نوع سے خارج اور اس کے خصائص و فضائل سے محروم ہے اور اس تفاوتِ صفاتیہ کے باوجود نفسِ انسانیت میں کمی بیشی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ کہنا ممکن نہیں رہتا کہ وُہ انسانیت کمی بیشی کے قابل ہے!"

اس عبارت کو غور سے پڑھیے اور سوچیے! ہم بانگِ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں مجدد صاحب کے اس نظریہ سے مکمل اتفاق ہے۔ پھر کیا آپ حضرات وہی فتویٰ مجدد صاحب پر بھی لگائیں گے جو آپ اکثر و بیشتر اپنے مخالفین پر لگاتے رہتے ہیں ــــ یا "تجددیہ" نسبت رکھنے کی بنا پر اپنے عقائد پر بھی نظرِ ثانی کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت

، توفیق نصیب فرماتے:

مجدد صاحب نے اس امر سے بھی بحث کی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ملائکہ سے افضل کیوں ہیں؟ فرماتے ہیں، صرف اس لیے کہ وُہ خاکی ہیں۔ اور خاک میں جو "جوہر نمو" ہے وُہ نور کے لیے بھی قابلِ رشک ہے۔ چنانچہ خواجہ عبداللہ و خواجہ عبید اللہ کو لکھتے ہیں:

"نبوت و رسالت درجہ است نبی را کہ ملک بآں نرسیدہ است و آں درجہ از راہِ عنصرِ خاک آمدہ است کہ مخصوص بہ بشر است!" (دفتر اول مکتوب ۲۲۵)

یعنی "نبوت و رسالت میں نبی کے لیے ایک ایسا درجہ مخصوص ہے کہ وہاں تک فرشتہ کی رسائی نہیں ہو سکتی اور وُہ درجہ خاکی عنصر کی راہ سے آیا ہے جو صرف بشر سے مخصوص ہے۔"

باقی یہ وہم رہ جاتا ہے کہ نبوت اور رسالت سے سرفرازی کے بعد شاید ماہیت ہی تبدیل ہو جاتی ہو، مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ صفات و خصائصِ بشریت کا ارتفاع کسی بشر سے بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ آپ مولانا حسن دہلوی کو اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

"وارتفاع صفات بشریت بالکل در کل ممکن نیست چہ در خواص و چہ در اخص خواص!" (دفتر سوم مکتوب ۱۲۲/۳ در بیان حقائق انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اس کے بعد آپ نے یہ بتایا ہے کہ صفاتِ بشریت کا ارتفاع ہو جائے تو وُہ ممکن نہ رہے بلکہ واجب ہو جائے "۔۔ وآں محال عقلی و شرعی است!" (مکتوب مذکور) ـــــ اور یہ عقلاً و شرعاً محال ہے!"

گو سب انبیاء علیہم السلام میں ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، تاہم آپ نے حضورؐ کا الگ بھی ذکر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اے برادر! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بآں علو شان بشر بود و بداغ حدوث و امکان!" (مکتوب ۱۴۳/۱، بنام میر محمد نعمان)

"اے بھائی، شان کی اس بلندی اور رفعت کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر تھے" ـــــ نیز حدوث و امکان سے بھی آپ متصف

تھے!"

مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے اپنی بشریت کا اعلان بھی کرایا ہے:

"حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ حبیبِ خود را صلی اللہ علیہ وسلم بہ آکد وجہ امرمے فرماید باظہار بشریت خود کما قال سبحانہ وتعالیٰ - قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ و اتیان لفظ "مثلکم" از برائے تاکید بشریت است" (مکتوب ۱۶۳/۱ بنام محمد علی خان)

یعنی "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشریت کے لیے بڑی تاکید فرمائی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ "فرما دیجیے کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے" ـــ لفظ مثلکم بشریت کی تاکید کے لیے ہے"!

نیز آپ نے بشریت کو حضورؐ کے لیے ننگ یا کسرِ شان نہیں قرار دیا بلکہ اسے آپؐ کی شانِ عبدیت کے شایان بتایا ہے!" (دفتر سوم مکتوب ۱۲۲، ۲۳۹)

غور فرمایئے کہ کتاب وسنت کی ان صریح نصوص کے ہوتے ہوئے اور بزرگانِ دین کے ان واضح اقوال کے باوجود بھی بریلوی طبقہ کی طرف سے "آپؐ نور تھے اور آپؐ کا سایہ نہیں تھا" کے دلائل ڈھونڈنا اور ان کے لیے تاویلات کی ایسی پٹاری کھول بیٹھنا کہ جن کا سر ہو نہ پیر، کیا ڈھٹائی کی انتہا نہیں؟ ـــ یہ بوالعجبیاں انہی کو مبارک ہوں جو ہر معاملہ میں پیٹ کے نقطۂ نظر سے سوچنے کے عادی ہو چکے ہیں، جو ہر معقول بات سے روگردانی کو اپنا شیوہ بنا چکے اور ہر نامعقول بات کو معرفت" کے حسین پردوں میں چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اہلِ حق کا یہ شیوہ نہیں ہے۔

یہ حضرات نہیں سوچتے کہ قرآنِ مجید کی واضح نصوص اور احادیث کے صاف الفاظ سے اعراض کر کے انہوں نے کتنی بڑی جسارت کی ہے کہ روزِ حشر اس کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور انہیں جواب دہ بھی ہونا پڑے گا۔ لہٰذا ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ یہ حضرات اپنے معتقدین پر اور خود اپنے آپ پر بھی رحم فرماتے ہوئے ان بھول بھلیوں سے نکلنے کی کوشش کریں جنھوں نے دینِ اسلام کی عظمتوں کو گہنا دیا ہے!
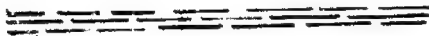
انگوٹھے چومنا :

ایک مسئلہ کے بارے میں گزارش کرنی باقی ہے جسے آج کل بہت زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ بلکہ اُسے محبتِ رسولؐ کا معیار قرار دیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک سُن کر پہلے انگوٹھے چومنا، پھر اُن کو آنکھوں پر لگانا، اور زبان سے "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" کہنا۔

اس سلسلہ میں جو روایت بیان کی جاتی ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مؤذن سے "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" سنتے تو اپنی دونوں سبابہ انگلیوں کے پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگا لیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی تیری طرح کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی"۔

دوسری روایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی یہ کلمہ سن کر کہے "مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ" اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرے، وہ کبھی نابینا نہ ہوگا۔" (مسند فردوس وغیرہ)

سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کی سب حدیثیں کتبِ احادیث طبقہ رابعہ سے ہیں اور اس طبقہ کی کتب اس قابل نہیں کہ تنہا اُن پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھی جاتے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب عجالہ نافعہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

(ترجمہ) "چوتھے طبقہ کی وہ کتابیں۔ جن کی روایتوں کا پہلے زمانہ میں نام و نشان تک نہ تھا اور متاخرین نے ان کو روایت کیا ہے۔ ان کا حال دو حیثیتوں سے خالی نہیں۔ یا تو سلف نے ان کو پرکھا اور ان کا کوئی اصل نہ مل سکا کہ ان کو روایت کرتے، یا کوئی اصل تو تھا لیکن ان میں ایسے نقص تھے کہ ان کو چھوڑ دینا ہی ان کو مناسب معلوم ہوا۔ بہرحال وہ حدیثیں کسی طرح بھی اس قابل نہ تھیں کہ ان پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھی جاتی"۔

اب سنیے۔ حسن بن علی ہندی صاحب سبیل الجنان نے تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح میں لکھا ہے :

"كُلُّ مَا رُوِيَ فِيْ وَضْعِ الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ سَمَاعِ الشَّهَادَةِ مِنَ الْمُؤَذِّنِ لَمْ يَصِحَّ" اِنْتَهٰى۔	"یعنی جو کچھ روایت کیا گیا ہے۔ انگوٹھوں کا آنکھوں پر رکھنا مؤذن سے کلمہ شہادت سننے کے وقت وہ صحیح نہیں ہے"۔

اور علامہ ابو اسحاق بن عبدالجبار کابلی نے شرح رسالہ عبدالسلام لاہوری میں لکھا ہے :

"قَدْ تَكَلَّمُوْا فِيْ اَحَادِيْثِ مَضْعِ الْاِبْهَامَيْنِ	یعنی محدثین نے ان احادیث میں کلام کیا

عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَلَمْ يَصِحَّ مِنْهَا شَيْءٌ بِرِوَايَةٍ ضَعِيفَةٍ أَيْضًا وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُهُمْ بِوَضْعِ كُلِّهَا۔"

ہے، جن میں انگوٹھوں کا آنکھوں پر رکھنے کا ذکر ہے، اور کہا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں

اور بعض نے تو ان سب کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔"

اور امام ابوالحسن عبدالغافر فارسی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم اور مجمع الغرائب کے کتاب اقبال الاکاذیب: بعد نقل کرنے احادیث فردوس دیلمی کے لکھا ہے:

"وَالرِّوَايَاتُ فِي هٰذَا الْبَابِ كَثِيرَةٌ وَلَا أَصْلَ لَهَا بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ أَيْضًا وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ الْأَصْبَهَانِيُّ مَا رُوِيَ فِي ذٰلِكَ كُلُّهُ مَوْضُوعٌ۔"

یعنی انگوٹھے چومنے کی روایات بہت ہیں لیکن سند ضعیف کے ساتھ بھی ان کا کچھ اصل نہیں ہے۔ اور حافظ ابونعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ اس سلسلہ کی جو روایات ہیں وہ سب موضوع ہیں۔"

اور علامہ جلال الدین سیوطی نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے:

"وَالرِّوَايَاتُ الَّتِي رُوِيَتْ فِي تَقْبِيلِ الْأَنَامِلِ وَجَعْلِهَا عَلَى الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ سَمَاعِ اسْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَذِّنِ فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ كُلُّهَا مَوْضُوعَاتٌ انتهى۔"

یعنی جتنا احادیث مؤذن سے کلمہ شہادت سننے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگلیاں چومنے اور پھر آنکھوں پر لگانے کے بارے میں روایت کی گئی ہیں، سب موضوع ہیں۔"

اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ (تقبیل الابہامین) میں تحریر فرماتے ہیں:

"در وقت اذان سوائے جواب کلمات اذان چیزے ثابت نہ شدہ و در وقت ذکر نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے درود و سلام بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز چیزے دیگر ثابت نہ شدہ و ایں عمل از احادیث معتبرہ و در زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و زمانہ خلفائے راشدین نبودہ۔ پس ایں عمل را بوقت اذان یا بوقت شنیدن نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت یا مستحب انگاشتہ کردن بدعت است و ازیں امر احتراز باید و آنچہ در بعضے کتب فقہ می نویسند۔ آں کتب چنداں اعتبار ندارند۔" (انتہی)

یعنی اذان کے وقت جواب کلمات اذان کے سوا اور کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے پر درود و سلام بھیجنے کے سوا اور کوئی چیز درست نہیں ہے اور یہ انگوٹھے چومنے کا عمل آپ کے زمانہ میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نہیں تھا۔ پس بوقت اذان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر سنت یا مستحب سمجھ کر ایسا کرنا بدعت ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور فقہ کی بعض کتابوں میں جو اس کے جواز کے متعلق لکھا ہے، وہ کتابیں معتبر نہیں ہیں۔

اور مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی نے "سعایہ" میں لکھا ہے کہ:

"وَالْحَقُّ اَنَّ تَقْبِيْلَ الظُّفُرَيْنِ عِنْدَ سِمَاعِ اِسْمِ النَّبِيِّ فِي الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ وَغَيْرِهِمَا كُلَّمَا ذُكِرَ اسْمُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِمَّا لَمْ يَرِدْ فِيْهِ خَبَرٌ فَلَا اَثَرٌ وَمَنْ قَالَ بِهٖ فَهُوَ الْمُفْتَرِي الْاَكْبَرُ فَهُوَ بِدْعَةٌ شَنِيْعَةٌ لَا اَصْلَ لَهَا فِي كُتُبِ الشَّرِيْعَةِ وَمَنِ ادَّعٰى فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ۔"

[illegible]

یعنی "حق بات یہ ہے کہ اذان اقامت اور جب بھی اسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لے تو اس وقت دونوں ناخنوں کو چومنا بدعت ہے اس بارہ میں کوئی حدیث یا قول وارد نہیں ہے جو اس کو جائز کہتا ہے وہ بہت بڑا مفتری ہے کیونکہ یہ بدعت شنیعہ ہے جس کا کوئی اصل نہیں ہے جو اس کے مشروع ہونے کا دعویٰ کرے۔"

وَلَعَلَّ فِيْهِ كِفَايَةٌ لِمَنْ لَّهٗ دِرَايَةٌ۔

(ملخص از فتاوی نذیریہ مع اضافہ)

علمائے متوسلین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ سے چار معمولی اور دلچسپ سوال:

تقریباً سات سال کا عرصہ گزر رہا ہے کہ ہم نے اپنے علاقہ کے علمائے متوسلین آستانہ عالیہ سے جو کہ اپنے آپ کو مجددیہ کہتے ہیں، اور اس نسبت پہ ان کو فخر بھی ہے۔ چار معمولی سے تحریری سوال کیے تھے، اور ان کا تحریری جواب طلب کیا تھا۔ لیکن آج تک ہمیں کسی نے ان کا تحریری جواب نہیں دیا۔ عوام کی دلچسپی کے لیے اب ان کو دوبارہ تحریر کیا جاتا ہے شاید کہ ان میں سے کوئی صاحب مجھے ان کا تحریری جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

(۱) مخاطبین بدعت کی دو اقسام کے قائل ہیں۔ یعنی بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ لیکن مجدد صاحب نے بڑے زور دار الفاظ میں اس تقسیم کی تردید فرمائی ہے۔ اور لکھا ہے کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ہر بدعت سیئہ ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۶۰ و ۱۸۳ و مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۱۹ وغیرہ) اور یہ حضرات چونکہ حنفی بھی ہیں اور مجددی بھی ہیں۔ لہٰذا اس تقسیم (حسنہ و سیئہ) کو امام صاحب رحمہ اللہ یا مجدد صاحب رحمہ اللہ کے قول سے ثابت کریں۔ کیونکہ یہ مقلد ہیں اور مقلد کا یہ مقام ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی دلیل

پیش کر سکے یا کسی دلیل کا جواب دے سکے۔ اور وہ ایسا کرے تو مقلد نہ رہے گا۔ (دیکھئے کتب اصولِ فقہ)
جواب دینے والے حضرات خط کشیدہ الفاظ کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

(۲) مجدد صاحب کے نزدیک نماز کے لیے زبان سے نیت کرنا ایسی بدعت ہے، جو کہ رافع سنت ہے۔ (دیکھئے مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۸۶)۔ نیز مجدد صاحب کے نزدیک ذکر جہر کرنا بھی بدعت ہے (دیکھئے مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۳۱)۔ مخاطبین کے نزدیک نماز کے لیے زبانی نیت کرنا ضروری ہے۔ (دیکھئے حنفی مسلک کے مطابق لکھی ہوئی نماز کی کتابیں)۔ اور وہ کون سی مسجد ہے جس میں صبح کی نماز کے بعد جہر سے ذکر نہیں ہوتا۔ جواب دیا جائے کہ مجدد صاحب کے ان مذکورہ بالا مکتوبات کے بارے میں آپ حضرات کا کیا خیال ہے؟

(۳) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنی تفسیر عزیزی میں تحت آیت "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ" تحریر فرمایا ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جو چیز بھی دی جائے وہ حرام ہے۔ خواہ کسی پیغمبر کے نام پر دی جائے یا کسی پیر فقیر کے نام پر یا کسی بت کے نام پر۔ اور اس کی حرمت مردار کی حرمت سے بھی زیادہ حرام ہے۔ خواہ ذبح کرتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھی جائے پھر بھی حرام ہے۔ شاہ صاحب مسلکاً حنفی ہیں اور مخاطبین کے مسلمہ بزرگ۔ دیکھئے "الانسان فی القرآن" جس میں ان کی تفسیر عزیزی سے ان کے بہت سے اقوال بطور استشہاد پیش کئے گئے ملاحظہ فرمائیے "الانسان فی القرآن" (جدید ایڈیشن، ص۳۶ و ص۶۲، ص۱۶۹، ص۲۵۵، ص۲۷۲ وغیرہ وغیرہ) بلکہ آپ اتنی بصیرت کے مالک تھے کہ خضر وقت کو بھی پہچانتے تھے (ص۳۲۰) جواب دیا جائے کہ شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے یا غلط؟

(۴) آپ حضرات شیخ عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ کے سرتاج مانتے ہیں۔ ان کے نام کی گیارھویں بڑے شد و مد سے دیتے ہیں اور ان کے نام کا وظیفہ بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن پیر صاحب مسلکاً حنبلی ہیں۔ فاتحہ خلف الامام کو فرض جانتے ہیں۔ رفع الیدین کرتے ہیں۔ آمین بالجہر کہتے ہیں۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں۔ اور حنفیہ کو مرجیہ کا ایک فرقہ شمار کرتے ہیں۔ (دیکھئے آپ کی کتاب غنیۃ الطالبین)
آپ لوگ ان کے مسلک کے لوگوں کو اور ان کے متبعین کو نجدی وہابی کہتے ہیں، اور ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرمین شریفین میں جا کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بھی آپ کو گوارا نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں ان کو نمازیں دہرانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ (دیکھئے مجدد مائۃ حاضرہ کے ارشادات عالیہ) فرمائیے یہ کیا چکر ہے۔ کیا یہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور والا معاملہ تو نہیں ہے؟ ذرا اس دورنگی کی وضاحت فرما دیجئے۔ نوازش ہوگی!

نوٹ: بعض لوگ مجبور ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ "غنیۃ الطالبین" پیر صاحب کی کتاب ہی نہیں۔! چہ خوب! — چلیئے بفرضِ محال تسلیم! لیکن پیر صاحب کا مسلکاً حنبلی ہونا تو ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اور ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے۔ اور سوال ہی بیکار و درست ہے۔

عیدین کے بعد دعا:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا بھی اظہار کر دیا جائے کہ بدعات کے جواز کے سلسلہ میں ہم پر بھی بدعت میں گرفتار ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے اور بڑی تحدی سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اہلحدیث عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور پاکستان ہی میں نہیں بلکہ کل دنیا کے اہلحدیث اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ اور بعض دیوبندی حضرات سے بھی سنا گیا کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز کے بعد دعا کا کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا عوام کی آگاہی کے لیے عیدین کی نماز کے بعد دعا کا ثبوت حدیث شریف سے پیش کیا جاتا ہے۔ فافہم وتدبر!

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اَلْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلٰوةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ. الحدیث!

(مسلم شریف ج ۱ صـ ۲۹۱)

یعنی "حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو میدانِ عید میں لائیں کہ وہ خیر اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوں" (حدیث میں "یشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین" کے الفاظ قابلِ غور ہیں، اور یہی ہمارے دعویٰ کو ثابت کر رہے ہیں)

معلوم ہوا کہ عیدین کے بعد دعا مانگنا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ!

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بریلوی تھے یا اہل حدیث؟

مذکورہ بالا عنوان پر کچھ تحریر کرنے کی ضرورت دو وجہ سے محسوس ہوئی ۔ ایک تو بریلوی حضرات عوام الناس کو یہ باور کراتے رہتے ہیں کہ اہل حدیث میں کبھی کوئی ولی نہیں ہوا ۔ اور نہ ہی ہوگا ۔ چونکہ پیر صاحب ایک عالی مقام بزرگ ہوئے ہیں ۔ اور اہل علم سب کے سب آپ کی جلالت شان اور علو مرتبت کے قائل رہے ہیں ۔ اہل حدیث ، دیوبندی اور بریلوی سب ہی نے ان کو اولیاء اللہ میں تسلیم کیا ہے ۔ حتیٰ کہ پیران پیر کا لقب آپ ہی کے لیے مختص ہو گیا ہے ۔ لہٰذا اگر آپ کی کتابوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ آپ اہل حدیث تھے ۔ تو مخالفین کے پروپیگنڈا کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی ۔ مزید برآں یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ ہر ولی اگر وہ حقیقۃً ولی اللہ ہے ، تو اہل حدیث ہوگا ۔ کیونکہ جب آپ پیران پیر ٹھہرے ، تو جو مسلک آپ کا ہوگا ۔ وہ ہی سب اولیاء اللہ کا ہوگا ۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے :

کل الصید فی جوف الفرا ء ۔ یعنی "ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں" ۔

دوسرا یہ دکھانا مقصود ہے کہ بریلوی حضرات کا آپ سے جو تعلق ہے ، اس کے دو رخ ہیں ۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی ۔ ظاہری تعلق تو یہ ہے کہ بریلوی حضرات کے مذہب کا سارا دارومدار پیر صاحب کی طرف منسوب غلط اور جھوٹی کرامات پر ہے ۔ جن کی کوئی اصلیت نہیں ۔ پیر صاحب کے نام کی برکت سے ان کی دوکانداری کی سب رونق قائم ہے ۔ چھوٹی گیارہویں شریف ہر ماہ کا خرچہ مہیا کر دیتی ہے ۔ اور بڑی گیارہویں شریف ایک سال کے لیے ان کے وارے نیارے کر دیتی ہے ۔ انہی کے نام کا وظیفہ ہے : "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" انہی کے نام کی ان کی نمازیں ہے "صلوٰۃ غوثیہ" انہی کے نام کی مساجد "مسجد غوثیہ" ۔ اور انہی کے نام کے مدارس "مدرسہ غوثیہ" ۔ اور ان کی اپنی ذات "غوث اعظم" ۔ یہ ہے تصویر کا ایک رخ ۔

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے ۔ سب سے پہلی مہربانی آپ پر یہ کی گئی کہ ان کی مشہور عالم تصنیف "غنیۃ الطالبین" کا انکار کر دیا گیا ۔ اور کہا گیا کہ یہ آپ کی تصنیف ہی نہیں ہے ۔ کیوں ! اس لیے

کہ یہ کتاب ان کے مشرکانہ عقائد اور مبتدعانہ افعال کی تردید کرتی تھی۔ اس کا آسان حل یہی تھا، کہ کتاب کا انکار کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

دوسرا احسان ان پر یہ کیا کہ ان کے مسلک پر چلنے والوں کو کافر کہنے لگ گئے اور فتوے دیئے کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اور جو ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے، ان کے نکاح ٹوٹ جائیں گے، کیونکہ وہ مرتد ہو گئے ہیں۔ وہ خواہ حرم محترم کے امام ہوں یا مسجد نبوی کے۔ ان کے نزدیک سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اسی لیے یہ لوگ وہاں جا کر اپنی نمازیں الگ پڑھتے ہیں۔ وما تخفی صدورھم اکبر ان کی دشمنی کا تو یہ عالم ہے کہ اگر بالفرض خود پیر صاحب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لے آئیں، تو یہ ان کو بھی وہابی نجدی کہہ دیں گے۔ اور فتویٰ دیں گے یہ عبد القادر کوئی اور ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اصل عنوان پر کچھ عرض کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سطور میں پیر صاحب کا مختصر سا تعارف کرا دیا جائے۔

آپ کا اسم شریف عبد القادر ہے اور کنیت ابو صالح! والد کا نام سید موسیٰ ہے آپ کا سلسلہ والد کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک اور والدہ کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے گویا کہ آپ حسنی حسینی سید ہیں۔

آپ کی ولادت گیلان میں ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ ہجری میں ہوئی۔ ۹۱ سال کی عمر پائی۔ ۵۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون گیلان سے علم حاصل کرنے کے لیے آپ بغداد تشریف لائے اور مدرسہ نظامیہ میں تعلیم مکمل کی۔ ۱۳ علوم میں آپ کو کامل مہارت تھی۔ ابتداءً شافعی مسلک پر تھے۔ بعد ازاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اصول پر جملہ مسائل کا استنباط قرآن و حدیث سے فرمایا کرتے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں دنیائے اسلام میں آپ کی شہرت و عظمت کا ڈنکا بجنے لگا۔ اور دور دور سے خلق خدا آپ کے پاس فیض حاصل کرنے کے لیے آنے لگی۔

پیر صاحب آٹھ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے دو کتابیں "غنیۃ الطالبین" اور "فتوح الغیب" بہت مشہور ہیں۔ بدعت پسند طبقہ "غنیۃ الطالبین" سے خوش نہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے جملہ مضامین توحید و سنت سے مملو ہیں۔ لہٰذا اہل بدعت نے اس کتاب کا حضرت کی تصنیف ہونے سے انکار کر

دیا۔ حالانکہ یہ کتاب لاریب آپ ہی کی تصنیف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح فتوح الغیب مطبع محمدی ص۵ پر اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص۱۲ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات کی دوسری جلد ص۴۹ مکتوب ۶۰ میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔

یہ ہے پیر صاحب کا مختصر سا تعارف، اب اپنے اصل مسئلہ کی طرف۔ انجیل کی ایک آیت ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے: اہل حدیث کے بھی چند امتیازی مسائل ہیں، جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ توحید۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔ آمین بالجہر کہنا، رفع یدین کرنا۔ ہاتھ ناف سے اوپر باندھنا۔ اور آخری التحیات میں بحالت تورک بیٹھنا۔ اگر پیر صاحب ان مسائل میں اہلحدیث کے ہم نوا ہوں۔ تو تسلیم کرنا ہوگا کہ پیر صاحب اہلحدیث تھے۔

توحید کے مسئلہ میں آپ کی کتاب "فتوح الغیب" سے ایک مقالہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"نفع اور ضرر، عزت اور ذلت، بلندی اور پستی، غریبی اور دولت مندی، حرکت دنیا اور ٹھہرنا کسی کے ہاتھوں میں نہیں، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اسی کے قبضہ میں ہے سب کچھ، اور ان کا جاری ہونا اسی کے حکم اور اذن سے ہے۔ ہر چیز مقرر کی ہوئی مدت کے لیے جاری ہے۔ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے، جس کو پیچھے ہٹا دے، اس کو آگے کرنے والا کوئی نہیں، اور جسے آگے کر دے، اُسے پیچھے لانے والا کوئی نہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے، کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے تکلیف پہنچانا چاہئے۔ تو اس کو اس کے سوا دور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور اگر وہ تجھے بھلائی پہنچانا چاہئے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں" (فتوح الغیب مقالہ ۸)

جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کر رہا ہوں۔

باقی وہ مسائل جن کا نماز سے تعلق ہے: ان کے بارے میں آپ اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" کے شروع میں ہی نماز کے بیان میں فرماتے ہیں۔

نماز کے ارکان پندرہ ہیں: کھڑا ہونا، تکبیر تحریمہ، اور الحمد کا پڑھنا اور آخر میں فرمایا کہ اگر کسی رکن کو بھول کر قصداً چھوڑے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ گویا کہ آپ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ آمین کے بارے میں فرمایا: "جہری نمازوں میں آمین بلند آواز سے کہی جائے": رفع یدین کے متعلق فرمایا: "تکبیر کہتے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا (پھر اس کی تفصیل بیان کی ہے)" پھر فرمایا..

ناف کے اوپر سیدھے ہاتھ کو الٹے پر رکھنا۔ پھر فرمایا پہلے قعدہ میں افتراش اور آخری میں تورک کی حالت میں بیٹھنا۔ اور دونوں قعدہ میں کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا الخ!

آپ نے پیر صاحب کی کتاب کا اقتباس پڑھ لیا ظاہر ہے پیر صاحب نے جس طرح لکھا ہے۔ آپ خود اسی طرح پڑھتے ہوں گے۔ اور یہی اہلحدیث کی نماز ہے۔ جس کے پیش کرنے سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ ... اہلحدیث ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک!

اب اہل حدیث کے بارے میں پیر صاحب کا ایک ارشاد سن لیجئے!۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اما الفرقة الناجية فهي اهل السنة والجماعة" یعنی "نجات پانے والا فرقہ اہل سنت والجماعۃ ہے" اور ان کا مذہب اور اعتقاد ہم بیان کر چکے۔ مزید فرمایا کہ "واهل السنة طائفة واحدة" کہ اہل سنت ایک ہی جماعت ہے آگے ارشاد فرماتے ہیں: "وتسميتها الباطنية حشوية لقولها بالاخبار وتعلقها بالآثار وما اسمهم الا اصحاب الحديث" اور باطنیہ فرقہ اہل السنت والجماعت کو حشویہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ احادیث اور آثار صحابہؓ پر عمل کرتے ہیں لیکن ان کا سوائے اہل حدیث کے کوئی نام نہیں ہے۔

(غنیۃ الطالبین)

گویا کہ اہل حدیث کا لقب پیر صاحب کا پسندیدہ لقب ہے۔ جس کا آپ نے اپنی کتاب میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔

الحمد للہ کہ ہمارا مسلک بھی وہی ہے جو پیر صاحب کا ہے۔ اور یہ وہی مسلک ہے۔ جس کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے کہ "ما انا عليه واصحابي" لہذا ہماری ان حضرات سے جو پیر صاحب کی عقیدت کے دعوے کرتے ہیں۔ یہ درخواست ہے کہ آپ پیر صاحب کے نام سے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی ان کے مسلک کو اپنائیں۔ تاکہ دین و دنیا میں کامیابی نصیب ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين وعلى آله واصحابه اجمعين

محمد ادریس کیلانی

۹۹ ... ۔۔ [illegible]